قبل اسلام عرب میں لادینی رجحان

(۲)

عبیداللہ قدسی

عربی طبیعت مادیت اور دھریت کی طرف مائل ہے لیکن اطراف عرب سے بھی جو مختلف ادیان داخل ہوئے ، جیسے یہودیت ، نصرانیت اور مجوسیت ، وہ بھی عربی طبیعت پر اثر انداز نہ ہوسکے ۔ انکے خالص ماذی خیالات دوسرے خیالات کی آمیزش سے مبہم ہوگئے ۔

عرب میں صابئین کی کوکب پرستی اور یہود و نصاریٰ کے عقائد بھی پہنچے ۔ مجوسیت کا اثر بھی داخل ہوا لیکن یہ نظریات بھی ان میں فلسفیانہ فکر پیدا نہ کرسکے اس کا اندازہ اسلام سے پہلے عرب معاشرت کے اسلوب سے ہوتا ہے وہ اگرچہ حج اور عمرہ کرتے تھے بت پرستی اور کوکب پرستی کرتے تھے ، لیکن انکی طبیت آبائی دین کی طرف کھینچ لی جاتی تھی چنانچہ وہ یہود و نصاری کے خداؤں کی صفات اپنے اولین اسلاف کی بیان کی ہوئی صفات کے ساتھ بیان کرتے تھے وہ کبھی یہود و نصاری کے خداؤں کی پرستش کرتے اور کبھی ان کا مذاق اڑاتے اس لئے کہ یہ لوگ دھری مزاج کے تھے اساطیر ان کا دین تھا مجنون ان کے انبیا تھے اور دوبارہ زندہ ہونا ان کے نزدیک خرافات اور بیہودہ بات تھی (۱)

جیسا کہ عبداللہ ابن الزبعری نے کہا تھا (۲)

حیات ثم موت ثم نشر حدیث خرافة یا ام عمر

(زندگی ، پھر موت ، پھر زندہ ہونا اے عمر یہ سب باتیں خرافات ہیں)

اھل عرب سونچ ھی نہیں سکتے تھے کہ دنیا کہاں سے پیدا ہوگئی اور کدھر جارھی ہے جیسا کہ اس وقت دوسری قومیں سوچتی تھیں کہ ھوائیں

کہاں سے چلتی ہیں، زمین و آسمان کی ابتداء کیا ہے اور انتہا کیا ہے؟۔ اہل عرب عالم کو غیر متغیر، لا زوال اور حوادثات پر مؤثر خیال کرتے تھے، سجاح بن سباع الضبی نے لکھا ہے (۳) -

لقد طوفت فی الافاق حتی بلیت وقد دان لی لوابید

(میں نے آفاق میں گشت کیا یہاں تک کہ مصیبت میں پڑ گیا اور قریب ہوا کہ ہلاک ہو جاؤں)

وافنانی ولا یفنی نہار ولیل کلما یمضی یعود

(مجھے مار ڈالا اور خود لیل و نہار فنا نہیں ہوتے، گزرتے ہیں اور پھر لوٹ آتے ہیں)

وشہر مستہل بعد شہر وحول بعدہ حول جدید

(مہینے کے بعد نیا مہینہ شروع ہو جاتا ہے اور سال کے بعد نیا سال شروع ہو جاتا ہے)

ومفقود عزیز الفقد تاتی منیة و ماءول ولید

(اور گم شدہ نہیں لوٹتا ، موت آتی ہے اور جوان پر امید ہے)

یوں تو تمام قبائل کا یہی عقیدہ تھا لیکن ان میں اہل قریش پیش پیش تھے، ظاہر ہے کہ قبیلہ قریش کا تمام عرب میں کس قدر اثر تھا - اس عقیدہ کے لوگ "معطلین" کہلاتے تھے، ان کے عقیدہ میں زمانہ ازلی ہے اور نظام عالم کا مدبر ہے - انسان کی تنگی اور فراخی زمانے پر منحصر ہے، انسان کی عمر ہر زمانے کو قدرت حاصل ہے، وہی تمنائیں پوری کرتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، خلاصہ یہ کہ انسان کی سعادت اور شقاوت زمانہ کے ہاتھ میں ہے شعرا زمانے کے اعمال کا تذکرہ کرتے تھے، زمانہ ان کے نزدیک ایسا تیرانداز ہے جس کا تیر خطا نہیں ہوتا اور یہی موت کا پیالہ پلاتا ہے، ان کے اس عقیدہ کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے -

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ

(ان لوگوں نے کہا ، اور کچھ نہیں ہے مگر یہی دنیا کی زندگی ، مرتے ہیں اور جیتے ہیں ہمیں اور کوئی نہیں مارتا سوائے زمانے کے ۔ سورۃ الجاثیہ : ۲۴)

اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں ابی سعود نے تحریر کیا ہے ۔

" ان کا عقیدہ تھا کہ مرور ایام ہلاکت کا سبب ہے ' یہ لوگ حوادثات کی نسبت دھر اور زمانے کی طرف کرتے تھے ' اللہ کے حکم سے روح کے قبض ہونے کے قائل نہیں تھے ' اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ' زمانہ کو برا نہ کہو ' اللہ ہی زمانہ ہے ' یعنی حوادثات کی نسبت اللہ کی طرف ہے نہ کہ زمانہ کی طرف " (۴)

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے ۔

اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ لیل و نہار اور سن و سال ہلاکت کا سبب ہیں ' اس عالم میں دوسرا کوئی مؤثر نہیں ' زمانہ کے ہاتھ میں موت و حیات ہے جیسا کہ قطرب نے کہا ۔

وما یہلکنا الا الموت

(ہمیں موت ہلاک کرتی ہے)

اور ابی ذوئیب کا شعر پڑھا ۔

امن المنون وریبہا تتوجع والدھر لیس بمعتب من یجزع

(زمانہ کی مصیبتوں نے مجھے لے لیا اور اس کے مصائب تکلیف دہ ہیں زمانہ گھبرانے والے کو خوش کرنے والا نہیں ہے)

حضرت ابو ہریرہ نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

کان اہل الجاھلیۃ یقولون : ما یہلکنا الا اللیل والنہار وھوالذی یہلکنا ویمیتنا ویحیینا فیسبون الدھر ، قال اللہ تعالی

يؤذيني ابن آدم يسب الدهر وانا الدهر بيدی الأمر
أقلب الليل و النهار -

(اهل جاهلیت کہتے تھے ' ہمیں کوئی نہیں مارتا مگر رات اور دن ، اور وہی ہمیں ہلاک کرتے ہیں ' اس لئے زمانہ کو برا کہتے تھے ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے ابن آدم نے ایذا پہنچائی ' زمانہ کو برا کہتا ہے اور میں زمانہ ہوں ' میرے ہاتھ میں حکم ہے ' میں رات اور دن کو تبدیل کرتا ہوں) (بخاری - مسلم - ابوداؤد - مؤطا)

جب مصیبت پڑتی یا تکلیف پہنچتی یا اور کوئی خرابی آتی تو اسے دھر کی طرف منسوب کرتے اور زمانہ کو برا کہتے اس لئے ان سے کہا گیا -

لا تسبو الدهر فان الله هوالدهر

(زمانہ کو برا نہ کہو ' اللہ ہی زمانہ ہے)

یعنی در حقیقت اللہ ان تمام امور کا فاعل ہے' جن کی نسبت تم زمانہ کی طرف کرتے ہو اور اس طرح برائی اللہ کی طرف منسوب ہوتی ہے' چنانچہ ابو علی الثقفی نے کیا خوب کہا ہے -

يا عاتب الدهر اذ انابه لا تلم الدهر علي غدره

(اے زمانہ پر عتاب کرنے والے جب تجھ پر مصیبت پڑے تو زمانے کو اسکی بیوفائی پر ملامت نہ کر -)

الدهر مامور ، له آمر وينتهي الدهر الى امره

(زمانہ محکوم ہے اس پر حاکم ہے ' اور زمانہ اس کے حکم کو پورا کرتا ہے)

كم كافر امواله جمة تزداد اضعافاً على كفره

کتنے کافر ہیں کہ ان کا مال بہت ہے اور ان کا کفر 'کفر پر بڑھتا جاتا ہے) (۵)

ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ اہل عرب دھر کو برا کہتے تھے یہاں تک کہ ان کے اشعار میں اس کا ذکر بھرا پڑا ہے - عمرو بن قمیئہ کے اشعار جن کا ہر مصنف نے حوالہ دیا ہےاور بہت مشہور ہیں -

رمتنی بنات الدھر من حیث لا اری   فکیف بمن یرمی ولیس برام

(زمانے کے مصائب نے میرے تیر مارا اور میں اسے دیکھ نہیں سکتا ہوں ' کیا حال ہے اس کا جس پر تیر پڑتے ہیں اور وہ خود تیر انداز نہیں ہے -)

فلو أنہا نبل اذا لا تقیتہا   ولکنني ارمی بغیر سہام

(اگر وہ تیر ہوتا تو میں اس سے بچتا ' لیکن میں بغیر تیر کے مارا جاتا ہوں)

علی الراحتین مرة و علی العصا   انوء ثلاثا بعدھن قیامي

(کبھی دونوں ہتیلیوں کے سہارے ' کبھی عصا پکڑ کر ' آہستہ آہستہ اٹھتا ہوں تب کھڑا ہوتا ہوں) (٦)

دراصل عرب دیکھتے تھے کہ سب کو فنا ہے لیکن شمس و قمر اور رات دن باقی ہیں انہوں نے قیاس استقرائی سے کام لیکر نتیجہ نکالا کہ یہ رات دن ہی موت و حیات پر قادر ہیں جس کا نام دھر ہے -

الم یران الدھر یوم و لیلة   وان الفتي یسعي لغاریتہ دائبا (۷)

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ دھر رات دن ہیں اور جوان پیٹ کے لئے سعی کرتا ہے)

الغطمش الضبی نے کہا ہے -

اقول وفاضت بعیني عبرة   ارالدھر یبقي والاخلاء تذھب

(میں کہتا ہوں اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ' میں دیکھتا ہوں زمانے کو بقا ہے اور دوست گزر رہے ہیں)

اخلای لو غیرالحمام اصابکم   عتبت ولکن ما علی الدھر معتب (۸)

(اے میرے دوستو اگر موت کے علاوہ تکلیف پہنچتی ' تو مین غصہ ہوتا لیکن زمانہ پر تو عتاب نہیں ہو سکتا)

رأیت المنایا خبط عشوأ من تصب   تمتہ و من تخطي یعمر فیہرم (۹)

(میں موت کو اندھی اونٹنی کی طرح دیکھتا ہوں ' جو ملا اسے مار ڈالا اور جو بچا وہ بوڑھا ہو کر ہلاک ہوا)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب کی عقل خیال اختراعی سے خالی تھی' یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ان کے ادب میں وصف' تشبیہ' مجاز وغیرہ کا بہت کافی استعمال ہے جس میں قوت خیال صرف ہوتی ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اہل عرب کی شاعری میں جیمس ولیم کی تقسیم' خیال تصوری اور خیال اختراعی (۱۰) میں سے صرف خیال تصوری کا استعمال ہوا ہے' عرب خیال تصوری میں ماہر ہیں' اس میں اشیاء کا تصور سابقہ تجربات کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے یا یوں کہئے کہ اہل عرب کچھ مرئیات میں سے لیتے ہیں اور کچھ محسوسات میں سے اور ان دونوں سے مرکب بنالیتے ہیں جس میں کوئی نئی چیز نہیں ہوتی - ڈاکٹر طہ حسین بک اپنی کتاب ''من حدیث الشعرو النثر'' میں لکھتے ہیں کہ عرب جاہلیت کی تشبیہات' منظر میں اچھی اور صورت میں حسین ہوتی ہیں - لیکن تخیل کی ندرت نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کی عقلیت مشاہدات اور محسوسات میں محصور ہے-

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان کی عادتوں اور محسوسات میں کوئی مثل اعلیٰ نہیں ہے زندگی میں عرب کی خاص نظر تھی' زندگی کا مقصد تمام عرب کے نزدیک مشترک تھا اور امت کے تمام افراد میں جاری تھا اگر حیات اور خلود مقصد نہ ہوتا تو امرء القیس یہ کیوں کہتا :-

فلو انما اسعی لا دنی معیشة کفانی ولم یطلب قلیلا من المالی

(اگر میں معمولی زندگی کے لئے کوشش کرتا تو مجھے کافی ہوتا اور میں تھوڑے مال کو طلب نہ کرتا)

ولکنما اسعی لمجد مو ثل وقد یدرک المجد الموثل امثالی (۱۱)

(لیکن میں مثالی بزرگی کے لئے کوشاں ہوں' اور مثالی بزرگی مجھ جیسے حاصل کر لیتے ہیں)

یہ بات کہ غایت حیات یا مثل اعلیٰ اہل عرب کے نزدیک ''خلود'' ہے اور مادی بقا اور مادی دوام ہی ان کی طلب ہے اس کے لئے اساطیر میں شہادتیں ملتی ہیں- مثلاً بادشاہ ذوالقرنین کی آب حیات کی تلاش (۱۲) خلود کی

طلب کی دلیل ہے۔ درحقیقت عرب کے تصور میں حیات طبیعت سے خارج نہیں تھی اس لئے کہ طبیعت اور مادہ سے باہر ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں تھی اس لئے روح کو وہ خون خیال کرتے تھے اور یہی بنی اسرائیل کا تصور تھا۔(۱۳) مسعودی نے لکھا ہے بعض لوگ حیات کو خون سمجھتے تھے اور روح کو ہوا جو جسم کے اندر ہے بعض کہتے تھے نفس ایک پرندہ ہے جو جسم انسانی میں موجود ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو وہ پرندہ اس کی قبر کا طواف کرتا ہے۔ (۱۴) سیرت ابن ہشام کی روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاری انبیا کے ذریعہ روح کی تعریف سے واقف تھے لیکن عرب اس سے نا بلد تھے۔ (۱۵)

(باقی آئندہ)

حوالہ جات

۱ - اساطیرالعربیہ قبل الاسلام ، ص ۲۳

۲ - شہرستانی ، الملل و النحل ، ج ۳ ، ص ۲۴۲

۳ - دیوان الحماسہ ، مطبعہ محمد علی مصر ، ج ۱ ، ص ۳۲۳

۴ - ”اوکانوا یزعمون ان المؤثر فی ھلاک الانفس ھو مرور الایام و اللیالی و ینکرون ملک الموت و قبضہ للارواح بامر اللہ تعالی و یضیفون الحوادث الی الدھر و الزمان و منہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا الدھر ، فان اللہ ھو الدھر ای فان اللہ ھو الاتی بالحوادث لا الدھر“ ۔(تفسیر ابی السعود ، سورہ الجاثیہ بر حاشیہ مفاتیح الغیب امام رازی جزء ۸ ، ص ۸۸ ، مطبعہ خیریہ ۱۳۰۸ھ)

۵ ، ۶ - تفسیر القرطبی ، مطبعہ دارالکتب المصریہ ، قاہرہ ، ۱۹۳۶ء ج ۱۶ ، ص ۱۷۱ ۔

۷ - الدرۃ الفاخرہ ، الحمزۃ الاصفہانی ، نقل من الخزانۃ التیموریہ ، دارالکتب مصریہ (نسخہ قلمی ، استاد عبدالعزیز المیمنی)

۸ - اللسان ۔

۹ - سبعہ معلقہ - زہیر

۱۰ - William James, *Principles of Psychology*, p. 44.

۱۱ - عمدۃ الادب ، دمشق ، ج ۱ ، ص ۵۹

۱۲ - کتاب التیجان ، ص ۹۱

۱۳ - *Religion of the Semites*, p. 40.

۱۴ - مروج الذہب ، ص ۳۱۰

۱۵ - سیرۃ ابن ہشام ، ص ۱۰۲